قرآن مجید کی روشنی میں
صارفین کا مطلوب رویہ

عبدالعظیم اصلاحی

اشیاء یا خدمات کے اس استعمال کو جس میں وہ جلد یا رفتہ رفتہ فنا ہو جائیں معاشیات کی اصطلاح میں "صَرف" کہتے ہیں۔ اس کے لئے انگریزی میں CONSUMPTION اور عربی میں استہلاک کے الفاظ مستعمل ہیں۔ "صَرف" معاشیات کے نہایت اہم عناصر میں سے ہے۔ یہ معاشی سرگرمیوں کا نقطۂ آغاز بھی ہے اور منزلِ مقصود بھی۔ یہی وجہ ہے کہ معاشیات میں صارفین کے رویہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور اس اہمیت کے اظہار کے لئے سلطانئ صارفین CONSUMER'S SOVEREIGNTY کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی معاشی نظام میں یہ فیصلہ کہ کن اشیاء کی پیداوار ہو اور کس مقدار میں ہو، صارفین کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے صارف جب کوئی چیز خریدتا ہے تو گویا روپیہ کی شکل میں اس بات کے لئے ووٹ دیتا ہے کہ وہ کن اشیاء یا خدمات کو چاہتا ہے۔ اس طرح صارفین جن چیزوں کی طلب زیادہ کرتے ہیں وہی زیادہ پیدا کی جاتی ہیں، تاکہ ان میں نفع کے بڑھتے ہوئے امکانات کا فائدہ اٹھایا جا سکے۔ مگر اس سلطانئ صارفین کی عملداری کی وسعت کہاں تک ہے یہ اس بات پر منحصر ہے کہ پیداواری اشیاء سے متعلق اس کی معلومات کہاں تک ہیں اور کہاں تک اسے اجارہ داری سے تحفظ حاصل ہے۔

اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک میں تقسیم دولت کا نظام نہایت ناہموار اور غیر منصفانہ ہے۔ اس صورت حال نے پیداوار کے فیصلہ پر دولت رکھنے والے ایک چھوٹے گروہ کو غیر معمولی حد تک اثر انداز بنا دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ سلطانئ صارفین کے زیر اثر پیداواری کا وہ انداز ابھر کر نہیں آپاتا جو جمہور صارفین کے لئے تسلی بخش حد تک قابلِ قبول ہو۔ تقسیم دولت

کی ناہمواری اور ناقص علم کے ساتھ ساتھ، گوناگوں اشتہاری ہتھکنڈے، سپر بازاروں کی کثرت، جھوٹ کے اعلانات اور ترغیب و تحریص کے نت نئے طریقوں کی ایجاد سے بڑی حد تک سلطانی صارفین، سلطانی جمہور کی طرح بے معنی ہو کر رہ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظریے کے مخالفین مرکزی کنٹرول اور منصوبہ بند تقسیم کی وکالت کرتے ہیں۔ لیکن ایک اسلامی نظام میں جہاں معاشی سرگرمیوں کی زیادہ سے زیادہ آزادی کے ساتھ اخلاقی و دینی قدروں کی پابندی اور دولت کی منصفانہ تقسیم ہوگی، اور اشتہارات جھوٹ اور بے بنیاد باتوں سے پاک ہوں گے یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ پیداواری کے عمل میں صارفین کا رویہ اور ان کی مرضی بہت اہم کردار ادا کریں گے۔

اس مضمون میں یہ جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن مجید مسلم صارفین کو کس قسم کا رویہ اپنانے کی تعلیم دیتا ہے۔ مضمون میں معاشیات کے طلبہ سے زیادہ عام قاری کو پیش نظر رکھا گیا ہے اسی لئے فنی اصطلاحات اور دقیق، معاشی تحلیل و تجزیہ سے احتراز کیا گیا ہے۔ البتہ جو لوگ ان مسائل پر زیادہ گہرائی سے مطالعہ کے خواہش مند ہوں ان کی سہولت کے لئے حواشی میں اس میدان میں کی جانے والی تحقیقات اور کاوشوں کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

"صرف" بذاتِ خود منزل نہیں بلکہ وسیلہ ہے

مغربی یا مادی معاشیات کی رو سے انسان کی ساری تگ و دو کا مقصد یہ ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ اچھا کھانے، اچھا پہننے اور اچھی طرح رہنے کے مواقع میسر ہوں نیز اچھا سامانِ زیست فراہم ہو تاکہ وہ معاشرہ میں وقار و اقتدار حاصل کر سکے اور مسرور و شادکام زندگی گزار سکے۔ چونکہ معاشیات کا یہ علم صرف مادی دنیا پر نظر رکھتا ہے اور اس کے بعد آنے والی کسی زندگی کے تصور سے یکسر خالی ہے یا اسے اس دنیا کے معاملات سے غیر متعلق سمجھتا ہے اس لئے وہ انسان کو ایک معاشی حیوان کی شکل میں پیش کرتا ہے جو ایثار و قربانی، محبت و الفت اور دیگر اعلیٰ قدروں سے خالی اور ناآشنا ہوتا ہے۔ صرف بسیار، تن پروری اور عیش کوشی اس کا مقصد بن کر رہ جاتی ہے۔

قرآنی معاشیات کی رو سے "صرف" ایک بنیادی انسانی ضرورت ہے جس سے انبیاءؑ تک کو مفر نہیں رہا ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ	اور (کفار نے یہ بھی) اعتراض کیا کہ یہ کیسا
الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ	رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں
(الفرقان : ۷)	میں چلتا پھرتا ہے؟

چنانچہ صرف کو مقصد نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ وہ اس زندگی کو رواں دواں رکھنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے جو آنے والی زندگی کی تیاری کے لئے مہلت و امتحان کی حیثیت رکھتی ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ	کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول
اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ	ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف پلٹنا
(المومنون : ۱۱۵)	ہی نہیں ہے؟

قرآن بار بار آگاہ کرتا ہے کہ لوگو! اس دنیا ہی کے ہو کر نہ رہ جاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ	لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے لہٰذا دنیا کی
حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا	زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ وہ بڑا
وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝	دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے
(سورہ فاطر: ۵)	میں دھوکہ دینے پائے۔

اس لئے مومن کے لئے صحیح روش یہ ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی کا طالب رہے اور خاص طور سے آخرت کی نجات پر نظر رکھے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي	اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا
الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ	کر اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں
النَّارِ (بقرہ : ۲۰۱)	جہنم کے عذاب سے بچا۔

صرف کی اقسام

اگرچہ صرف ایک دنیاوی و مادی ضرورت ہے لیکن عبادت کے وسیع اسلامی مفہوم

کے اعتبار سے یہ بھی ایک کارِ ثواب اور عمل آخرت بن جاتا ہے بشرطیکہ یہ قرآن وسنت کی عائد کردہ حدود کے اندر ہو، اس کے برخلاف اگر یہ عمل ان حدود وقیود سے متجاوز اور ان تعلیمات کی خلاف ورزی پر مبنی ہو تو موجب عقاب بن جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں "صَرف" کو درج ذیل بڑے بڑے خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ **فرض یا واجب صَرف**: صرف کی ادنیٰ حد جس کے بغیر انسان کا زندہ رہنا مشکل ہو ایک مسلمان کے لئے فرض ہے، ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنی جان کی بقا کے لئے جد وجہد کرے اگر کوئی ایسا موقع پیش آجائے کہ حلال دستیاب نہ ہو تو مردار تک کھا لینے کی اجازت دی گئی ہے

فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ	پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے تاب ہو
لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ	بشرطیکہ گناہ کی طرف میلان نہ ہو تو اللہ تعالیٰ
(مائدہ: ۳)	معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حدیث شریف میں ہے ان لنفسك عليك حقا (الحدیث)[۱] تجھ پر تیرے نفس کا بھی حق ہے۔

حفظ نفس پر حفظ عقل و دین، عزت وناموس، آل واولاد وغیرہ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے[۲]۔ "صرف" کی کم سے کم مقدار جس سے ان کی حفاظت ہو سکے واجباً مطلوب ہے۔ فرض عبادات کی ادائیگی کیلئے مطلوب وسائل کا حصول اور صرف بھی بدیہی طور پر فرض ہی ہوگا۔

۲۔ **مستحب ومرغوب صَرف**: صرف کی وہ مقدار جو حفظ جان ومال، عقل ودین، عزت وناموس اور آل واولاد کے تقاضوں کو حد ادنیٰ سے بڑھ کر حد کفایہ تک پورا کرے ایک مومن کے لیے مستحب ومرغوب ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا	اور رہبانیت جو انھوں نے خود گڑھ لیا تھا
عَلَيْهِمْ .... الآية (الحدید: ۲۷)	ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔
قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي	ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو
أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ	حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کیلئے
الرِّزْقِ (الاعراف: ۳۲)	نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک
	چیزیں ممنوع کر دیں؟

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپ کے بعض اصحابؓ نے رات رات بھر جاگ کر عبادت کرنے، مستقل روزہ رہنے یا شادی سے پرہیز کرنے کی قسم کھائی ہے تو آپ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔[۳۵]

۳۔ **مباح یا جائز صرف**: حدکفایہ کے بعد مگر مکروہ سے قبل ایک درجہ مباح و جائز صرف کا ہے، یہ اس قسم کا صرف ہے جس سے مصالح شریعت کے حصول میں کوئی فرق نہ پڑے اور نہ ہی قرآن وسنت سے اس پر کوئی نکیر ثابت ہو مثلاً سونے کے لئے آدمی تخت کا استعمال کرے یا چارپائی کا دونوں مباح ہیں۔ کسی فرض کی ادائیگی کے متبادل ذرائع ایک دوسرے کے مقابلے میں مباح ہونگے۔ مثلاً حج کیلئے بحری جہاز کی خدمات حاصل کرے یا ہوائی جہاز کی، دونوں جائز ہیں۔

۴۔ **مکروہ و مشتبہ صرف**: صرف کی وہ قسم جو حد مباح سے متجاوز ہو یا وہ متشابہات جن کا قرآن وسنت میں حلال یا حرام ہونا واضح نہ ہو اسے مکروہ کے خانہ میں رکھا جاسکتا ہے ان کے استعمال سے پرہیز اولی واحوط ہے۔

۵۔ **حرام و ممنوع صرف**: جن چیزوں کی صراحتہً ممانعت آئی ہے یا جو واضح نصوص سے متعارض ہوں ان کا صرف حرام و ممنوع قرار پائے گا۔ جیسے حرام چیزوں کا کھانا، اسراف وتبذیر وغیرہ۔

فرض، مستحب، مباح، مکروہ اور حرام کی تفصیلات، دلائل اور مثالیں اصول فقہ کی ہر کتاب میں دستیاب ہیں اس لئے ان وضاحتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے "صرف" سے متعلق قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک مومن کا جو رویہ ہونا چاہئیے اس کی کچھ تفصیلات پیش ہیں۔

مسلم صارف کا مطمح نظر۔ فلاح فی الدارین اور رضاء الٰہی

چونکہ مومنین صادقین اپنی جانوں کے بدلے آخرت کا سودا کر لیتے ہیں اس لئے ان کے ہر رویہ میں رضائے الٰہی کی طلب اور دونوں جہاں کی فلاح پیش نظر رہتی ہے انھیں اس بات کا بخوبی احساس ہوتا ہے کہ یہ دنیاوی مال ومتاع چند روزہ ہے۔ اور اصل کامیابی

آخرت کی کامیابی ہے۔

یَا قَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا	اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ
مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ	ہے ہمیشہ کے قیام کی جگہ آخرت ہی ہے
الْقَرَارِ (المومن : ۳۹)	

صرف کے معاملہ میں ایک مومن صرف دنیاوی ضروریات کی تکمیل کو سامنے نہیں رکھے گا بلکہ اپنے صرف کو اس طرح منظم کرے گا کہ اس سے اسے آخرت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے[۴۸]

حلال وحرام کا لحاظ

اسلامی معاشیات کی ایک اہم خصوصیت اور مسلم صارفین کے رویہ کا ایک اہم پہلو حلال وحرام کا خیال ہے[۴۹]۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اس کے لئے بہت سی حدود و قیود بھی متعین کی ہیں اور بہت سی چیزوں کو کرنے یا برتنے سے منع بھی کیا ہے۔ ارشاد باری ہے

کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا	کھاؤ ہمارا دیا ہوا پاک رزق اور اسے کھا کر
تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ	سرکشی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب ٹوٹ پڑے
وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی	گا اور جس پر میرا غضب ٹوٹا وہ گر کر ہی
(طٰهٰ : ۸۱)	رہا۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جو پاک چیزیں
طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا	اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انھیں
تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ	حرام نہ کرلو۔ اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ
(المائدہ: ۸۷)	کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا اور ان شیطانی کاموں کو حرام قرار دیا جن کے نتائج دنیا و آخرت دونوں کے لیے

تباہ کن ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ	اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جوا
وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ	اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے
رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ	شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدہ: ۹۰)	کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔

تنعم اور لذت کوشی کی ممانعت

تنعم اور لذت کوشی کو، جسے قرآنی اصطلاح میں ترف سے تعبیر کیا گیا ہے، قرآن نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیونکہ اس سے معاشرہ میں تباہی آتی ہے۔ پچھلی قوموں میں اکثر عذاب اس کے سبب آیا، چنانچہ قرآن اس کے برے نتائج سے مسلمانوں کو بار بار خبردار کرتا ہے۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا	جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے
مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ	ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں
عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا	اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں
(الاسراء: ۱۶)	تب اس پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔

ترف یا لذت کوشی ہمیشہ قبول حق میں مانع رہی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ	اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش عیش لوگوں نے
إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ	یہی کہا کہ ہم تو اس کے منکر ہیں جو تم کو دیکر
بِهِ كَافِرُونَ (سبا: ۳۴)	بھیجا گیا ہے۔

تنعم و لذت کوشی کی علی الاطلاق ممانعت کے بعد احادیث میں اس کے خاص خاص مظاہر کو نام لے کر منع کیا گیا ہے۔

عن حذيفة رضی الله تعالىٰ عنه قال نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نشرب في آنية الذهب والفضة وان ناكل فيها وعن لبس الحرير و

الدیباج وان نجلس علیہا[۶]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں پینے اور ان میں کھانے سے منع کیا اسی طرح ریشم و دیباج کے پہننے اور ان پر بیٹھنے سے روکا۔

دوسری احادیث میں وضاحت ہے کہ سونے چاندی اور ریشم کا پہننا مردوں پر حرام اور عورتوں کے لئے جائز قرار دیا گیا ہے۔ تنعم ولذت کوشی کی بعض شکلیں تو صرف اغنیاء کی دسترس میں ہیں لیکن بعض میں کم تر درجہ کے لوگ بھی شامل ہو سکتے ہیں، شراب کا پینا پلانا، ناجائز جنسی تعلقات اور رقص و سرود کی محفلیں بھی لذت کوشی کی مختلف شکلیں ہیں، جن سے پرہیز مسلم صارفین کے لئے ضروری ہے۔

تعیشات سے پرہیز

عام ضرورت وسہولت سے بڑھ کر راحت طلبی کے خیال سے کسی چیز کی حد سے زیادہ طلب کو تعیش کہا جا سکتا ہے۔ تعیشات کے ڈانڈے بھی تنعم ولذت کوشی سے ملتے ہیں، لیکن دونوں میں یوں فرق کر سکتے ہیں کہ لذت کوشی یا ترَف وتنعم بالکلیہ حرام ہے جبکہ تعیش ایک اضافی چیز ہے اس کا تعین کسی معاشرہ میں عام معیار زندگی، فرد کی اپنی ضروریات اور زمان ومکان کی روشنی میں ہوگا۔ ایک چیز ایک زمانہ میں تعیش سمجھی جا سکتی ہے مگر وہی چیز ایک دوسرے دَور میں عام ضرورت بن سکتی ہے اسی طرح ایک چیز ایک معاشرہ میں یا ایک فرد کے لئے تعیش ہو سکتی ہے مگر وہی چیز ایک دوسرے معاشرہ میں یا ایک دوسرے فرد کے لیے ضروری ہو سکتی ہے۔

دنیوی مال ومتاع کو مقصد بنا کر اس کی طلب میں زیادہ سے زیادہ کوشاں رہنا اور ان سے لطف اندوزی میں منہمک رہنا تعیش کے رجحان کی غمازی کرتا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ دنیوی مال ومتاع اور اس زندگی کی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے تاکہ مسلمان تعیش میں پڑ کر آخرت کو بھول نہ جائے۔ اس سلسلے کی چند آیتیں پیش ہیں:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ	خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی اس کے سوا
وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَکُمْ وَ	کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری

تَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ..... (الحدید : ۲۰)

ٹیپ ٹاپ اور ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے ۔

سورۃ القصص میں ارشاد ہے :

وَمَآ أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا عِندَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَأَبْقٰى ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (القصص: ۶۰)

تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان اور اسکی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی تر ہے ۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ۔

سورہ زخرف میں اسی موضوع پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے :

وَلَوْلَآ أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۙ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔونَ ۙ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِن كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْاٰخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۔

اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم خدائے رحمٰن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالاخانوں پر چڑھتے ہیں اور ان کے دروازے اور ان کے تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں سب چاندی اور سونے کے بنا دیتے یہ تو محض دنیوی زندگی کی متاع ہے اور آخرت تیرے رب کے ہاں صرف متقین کیلئے ہے

(الزخرف: ۳۳-۳۵)

تعیش کے ساتھ عام طور سے خود غرضی اور دوسروں کے حقوق سے غفلت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسی لئے ایک مسلم صارف کو جس پر طرح طرح کے حقوق کی ادائیگی فرض قرار دی گئی ہے تعیش زیب نہیں دیتا ۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے تعیش ایک اضافی چیز ہے اسی لئے اس کی کسی خاص شکل کی ممانعت نہیں کی گئی ہے بلکہ علی العموم اس سے پرہیز کی تلقین کے ساتھ سادہ زندگی کو سراہا گیا ہے جسکی تفصیلات ہم کو احادیث میں ملتی ہیں ۔

حرص و طمع کی ممانعت

ماہرین معاشیات کے نزدیک اشیاء کا قلیل و ناکافی ہونا (SCARCITY) تمام معاشی مسائل کی بنیادی وجہ ہے قلت کا اسلامی مفہوم کیا ہے یہ ایک الگ بحث ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس قلت کو صارفین اپنے عمل ذخیرہ اندوزی، حرص و ہوا اور سٹہ بازی سے اور سنگین بنا کر خود اپنے لئے اور معاشرہ کے لئے مزید مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ قرآن اپنے متبعین کو قناعت و توکل کی صفت اپنانے اور حرص و طمع سے پرہیز کی تلقین کرتا ہے۔ خاص طور سے کفار کے ساز و سامان پر رشک یا لالچ کی نظر ڈالنے یا اسے کسی بھی درجہ میں معیار حق یا خداوندی انعام و اکرام کا ثمرہ سمجھنے سے خبردار کرتا ہے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ	ان کی مالداری اور ان کی کثرت اولاد تم کو دھوکہ
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا	میں نہ ڈالے، اللہ نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ اس
فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ	مال و اولاد کے ذریعہ ان کو اسی دنیا میں سزا دے
كٰفِرُوْنَ (التوبہ: ۸۵)	اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا	اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی
بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے
لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ	مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے وہ تو
وَّاَبْقٰى	ہم نے انھیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی
(طٰہٰ: ۱۳۱)	ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق حلال ہی
	بہتر اور پائیدار ہے۔

فضول خرچی سے اجتناب

قرآن پاک میں فضول خرچی کو سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ	اور قرابت دار کو اس کا حق دو اور محتاج اور
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا	مسافر کو اسکا حق۔فضول خرچی نہ کرو۔فضول
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ	خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان
الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ	اپنے رب کا ناشکرا ہے۔
كَفُوْرًا ۝ (الاسراء: ۲۶-۲۷)	
يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ	اے بنی آدم ہر عبادت کے وقت اپنی زینت
كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا	سے آراستہ ہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ
تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ	کرو۔بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے
(الاعراف: ۳۱)	والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قرآن پاک میں فضول خرچی کے لئے تبذیر اور اسراف دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔عموماً انھیں ہم معنی سمجھا جاتا ہے لیکن فی الحقیقت دونوں میں فرق ہے۔

تبذیر غیر شرعی مصارف پر خرچ کرنے کے لئے آتا ہے اور اسراف جائز مقاصد پر ضرورت سے زیادہ خرچ کا نام ہے۔ گویا اول الذکر کیفیت سے متعلق ہے اور آخر الذکر کمیت سے۔آتش بازی، شراب، زناکاری اور اسی طرح دوسرے محرمات پر ایک پیسہ بھی خرچ کرنا تبذیر کے تحت آئے گا۔شادی بیاہ، کھانے پینے، رہن سہن وغیرہ کے خاص معیار سے زیادہ کی طلب یا ان پر ایک مناسب مقدار سے زیادہ خرچ اسراف کی تعریف میں آئے گا۔کھانا کھلانا اور دعوتیں دینا ایک پسندیدہ فعل ہے مگر یہی چیز اسراف میں داخل ہو جائے گی اگر کوئی شخص ریا و نمود کی خاطر اپنی حیثیت سے بڑھ کر ان پر خرچ کرتا ہے یا اپنے اہل وعیال کو بھوکا رکھ کر دوسروں کی دعوتیں کرتا ہے۔

بخل کی مذمت

فضول خرچی کے برعکس ایک دوسری انتہا بخل ہے یعنی جہاں مال خرچ کرنا چاہئے وہاں آدمی خرچ نہ کرے۔بخل کی سب سے واضح شکل یہ ہے کہ آدمی خود اپنے اور اپنے اہل وعیال

کے اوپر خرچ نہ کرے۔ اس کے علاوہ بخل یہ بھی ہے کہ آدمی پر جن لوگوں کے حقوق ہیں انھیں ادا نہ کرے قرآن کی نظر میں وہ بھی سخت بخیل ہے جو اپنی ذات پر تو بے تحاشا خرچ کرتا ہے لیکن راہ حق میں اس کی جیب سے کچھ بھی نہیں نکلتا۔

هَاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا	دیکھو تمہیں دعوت دی جارہی ہے کہ اللہ کی
فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ	راہ میں خرچ کرو۔ اس پر تم میں سے کچھ لوگ
وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۗ	ہیں جو بخل کر رہے ہیں حالانکہ جو بخل کرتا ہے
وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ	وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کر رہا ہے
(محمد: ۳۸)	اللہ تو غنی ہے تم اس کے محتاج ہو۔

قرآن مجید مسلمانوں کو ہر طرح کے بخل سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ	جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التغابن: ۱۶)	وہی فلاح پانے والے ہیں

یہاں بخل کے لئے شح کا لفظ استعمال ہوا ہے جو انتہائی بخل کے اظہار کے لئے ہے اس کے مفہوم میں بخل کے ساتھ حرص اور تنگ دلی بھی شامل ہے[۵]

قرآن مسلمان صارفین سے جہاں یہ چاہتا ہے کہ وہ فضول خرچی سے اجتناب کریں وہیں انہیں بخل سے بھی بچنے کی ہدایت کرتا ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ	جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے
اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا	اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال
لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ ..... الآیۃ	میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لئے اچھی ہے۔
(آل عمران: ۱۸۰)	نہیں یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے۔

میانہ روی کی تلقین

فضول خرچی اور بخل کی دو انتہاؤں کے درمیان کی شکل ہے میانہ روی جو قرآن مجید کی نظر میں مسلم صارفین کا رویہ ہونا چاہئے۔ میانہ روی اور اعتدال پسندی اس امت کی امتیازی خصوصیت

ہے۔ سورۃ الفرقان میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان بردار بندوں کی بہت سی صفات کا ذکر کیا ہے ان میں یہ بھی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○
(الفرقان: ٦٧)

اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ انکا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔

اسی طرح سورہ الاسراء میں ارشاد ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○

نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ ہی اسے بالکل کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔

(الاسرار: ۲۹)

گردن سے ہاتھ باندھ رکھنا بخل سے کنایہ ہے اور بالکل کھلا چھوڑ دینے سے مراد فضول خرچی ہے۔ قرآن چاہتا ہے کہ مسلمان صارفین کے اندر توازن کی ایسی صفت ہو کہ نہ تو وہ بے جا اخراجات سے اپنی معاشی قوت کو ضائع کریں اور نہ ہی بجا اخراجات سے رک کر دولت کی گردش میں رکاوٹ پیدا کریں۔

ایثار اور دوسروں کی خبر گیری

مسلم صارفین کی ایک اہم خصوصیت ایثار اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینا ہے۔ ہیلبرونر HEILBRONER اپنی کتاب THE ECONOMIC PROBLEM میں لکھتا ہے کہ ممکن ہے مستقبل کے کسی اشتراکی معاشرہ میں لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیں گے مگر اس دنیا میں تو علمار معاشیات یہی فرض کرتے ہیں کہ ہر انسان اپنے لئے مال و دولت، ساز و سامان اور منفعت و مسرّت کی زیادہ سے زیادہ طلب میں کوشاں ہے اور دوسروں سے اس مسابقت میں آگے ہی آگے رہنا چاہتا ہے[۵]۔ ہیلبرونر کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اس طرح کا مثالی معاشرہ جس کو وہ کسی اور دنیا کی بات سمجھتا ہے اسی دنیا میں ایک بار قائم ہو چکا ہے۔ قرن اوّل کے مسلمانوں کا تذکرہ

کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ	.... وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے
بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: ۹)	ہیں خواہ وہ خود محتاج ہوں۔

قرآن نے ایثار اور فی سبیل اللہ دوسروں پر انفاق کو مومنین کی عمومی صفت اور ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔

... وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝	اور جو رزق انھیں ہم نے دیا ہے اس میں
(البقرہ: ۳)	سے خرچ کرتے ہیں۔

سورہ آل عمران میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ	وہ لوگ جو ہر حال میں مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال
وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ	ہوں یا خوش حال، جو غصے کو پی جاتے ہیں
النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝	اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں،
(آل عمران: ۱۳۴)	ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔

اپنے ایمان کو تازہ رکھنے کے لئے مسلمانوں کو بار بار انفاق کی یاد دہانی بھی کرائی گئی ہے، مثلاً

قُلْ لِّعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا	میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے
الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا	کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے انھیں
وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ يَوْمٌ	دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے (راہ حق
لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝	میں) خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے
(ابراہیم: ۳۱)	جس میں نہ تو خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی۔

اسی طرح سورہ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:	اے وہ لوگ جو ایمان لائے اس میں سے خرچ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا	کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ يَوْمٌ	وہ دن آئے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہو گی
لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۗ	نہ کوئی دوست نوازی اور نہ ہی کسی کی سفارش

(البقرہ : ۲۵۴)   کام آئے گی۔

نماز کے بعد قرآن مجید جس چیز کی سب سے زیادہ تاکید کرتا وہ انفاق ہے لیکن چونکہ ہمارا قصد اس طرح کی تمام آیتوں کا احصاء، واحاطہ نہیں ہے اس لئے مذکورہ بالا چند آیات ہی پر اکتفار کرتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ انفاق ایک ہمہ گیر لفظ ہے جس کے اندر فرض انفاق مثلاً" زکوٰۃ و کفارات، انفاق برائے جہاد اور نفلی انفاق دونوں شامل ہیں، اسی طرح اپنے اہل وعیال، اعزو اقرباء اور دیگر سائلین ومحرومین سبھی شامل ہیں۔ معاشیات میں انفاق کی اہمیت کی وجہ سے کئی مصنفین نے اس کو اپنی تحلیل وتجزیہ کا موضوع بنایا ہے۔[۱۰]

تحدیث نعمت

جہاں اسلام کو یہ ناپسند ہے کہ کوئی شخص اپنی حیثیت ومرتبہ سے زیادہ اخراجات کرے اور کھانے پینے، پہننے اور برتنے کی چیزوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے وہیں اسے یہ بھی پسند نہیں ہے کہ کوئی اپنی مالی حیثیت سے فروتر زندگی گذارے کہ دوسروں کو اس کے بخل، مسکینیت یا رہبانیت پسندی کا اندیشہ ہونے لگے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں اپنے بندے کو دی ہیں ان کا اظہار بھی اس کے رہن سہن سے ہو۔ سورۃ الم نشرح کی آیت وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ میں تحدیث نعمت کا لفظ بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے دینی ودنیاوی اور مادی وروحانی سبھی نعمتیں مراد ہیں مگر "صرف" سے متعلق اس کے ایک معنی اور تشریح وہ بھی ہے جو بعض احادیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر اپنی نعمتوں کا فضل کرتا ہے تو اس کا اثر بھی اس پر ظاہر ہونا چاہئیے۔[۱۱]

شکر خداوندی

تحدیث نعمت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دل سے اقرار، زبان سے انکا ذکر اور ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس نعمت کی وجہ سے اس پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں انھیں پورا کرے۔ شکر کے اصل معنی اعتراف نعمت اور احسان مندی کے ہیں۔ اس کا تقاضا

ہے کہ آدمی کو جو نعمتیں ملی ہیں انھیں اصل منعم کی طرف منسوب کرے۔ اس کا دل اپنے محسن کی محبت و وفاداری کے جذبہ سے لبریز ہو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی بے انتہا نعمتوں کو گنانے کے بعد بار بار شکر کا مطالبہ کیا ہے۔ مثلاً:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا	ہم نے تمہیں زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے
لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ	تمہارے لئے اس میں سامانِ زیست فراہم
(الاعراف: ۱۰)	کیا مگر تم لوگ کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔

سورہ النحل میں ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠	پس کھاؤ اس سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں حلال و
وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ	پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اور اللہ کی نعمت کا
اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ	شکر ادا کرو اگر تم واقعی اسی کی عبادت کرتے ہو۔

(النحل: ۱۱۴)

دراصل اس شکر گذاری سے بندہ کا اپنا ہی فائدہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ اپنے انعامات و اکرامات میں اور اضافہ فرماتا ہے:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ	اور یاد رکھو کہ تمہارے رب نے تمہیں خبردار
لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ	کر دیا تھا کہ اگر تم شکرگزاری کرو گے تو تمہیں
عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ	میں اور بڑھاؤں گا اور اگر کفرانِ نعمت کیا
(ابراہیم: ۷)	تو میری سزا بہت سخت ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ	جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے لئے ہی کرتا ہے
كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○	اور جو کوئی کفر کرتا ہے تو (کرے) میرا رب
(نمل: ۴۰)	بے نیاز اور کرم والا ہے۔

شکر تقاضائے ایمان ہے اور ناشکری کفرانِ نعمت ہے جس کا انجام نعمت کا زوال ہے جیسا کہ اہلِ سبا [12]

اور باغ والوں کے واقعہ[۱۳] سے ظاہر ہے۔

"صرف" سے متعلق سیکولر اور کافرانہ رویہ

بات ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "صرف" سے متعلق کفار کے نا محمود رویہ کا بھی کسی قدر ذکر کر دیا جائے جسے قرآن مومنین کی تنبیہ کے لیے پیش کرتا ہے۔ قرآن کی نظر میں جب ایک انسان خدا اور رسالت پر ایمان سے بے بہرہ اور آخرت کے تصور سے خالی ہوتا ہے تو تن پروری، خود غرضی اور ہوا پرستی میں جانوروں کو بھی مات کر دیتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ	اور کفر کرنے والے لطف اندوز ہو رہے ہیں
يَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعَامُ.....	اور چوپایوں کی طرح کھا پی رہے ہیں۔
(محمدؐ : ۱۲)	
اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ	وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝	گئے گذرے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت
(الاعراف: ۱۷۹)	میں کھوئے ہوئے ہیں۔

قرآن نے جو بات دنیا دار انسانوں اور کفار کی بابت کہی تھی اسی کو آج مغرب کے ماہرین معاشیات تمام انسانوں کا فطری رویہ تصور کرتے ہیں اور اسی پر اپنے معاشی تحلیل و تجزیہ کی بنیاد رکھتے ہیں اگرچہ بنیادی معاشی اعمال جیسے صرف اشیاء، ان کی پیداواری اور تقسیم وغیرہ تمام انسانوں سے یکساں طور پر وابستہ ہیں لیکن عقیدہ و فکر کے اختلاف کی وجہ سے ان معاشی امور سے متعلق مسلم اور غیر مسلم کے رویہ میں نمایاں فرق واقع ہو جاتا ہے اس لئے دونوں کی بابت ایک ہی طرح کے مفروضے قائم کرنا اور یکساں نتائج اخذ کرنا صحیح نہیں ہے[۱۴]۔

اس دنیا اور اس کے مال و اسباب سے زیادہ سے زیادہ مستفید و لطف اندوز ہونا غیر مسلم کا مطمع نظر ہوتا ہے۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ	چھوڑو انہیں کھائیں پئیں مزے کریں اور
الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝	جھوٹی امید انہیں بھلاوے میں ڈالے رکھے

عنقریب انھیں پتہ چل جائے گا۔	(الحجر: ۳)

اسی طرح اشیاء و خدمات کے "صرف" سے متعلق غیر مسلم حلال و حرام کے الٰہی نظام کو یا تو سرے سے مانتا ہی نہیں یا اگر ماننے پر آتا ہے تو ہر کس و ناکس کو اس کا اختیار دے ڈالتا ہے جیسا کہ اہلِ کتاب کی مثال سے واضح ہے۔

انھوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے	اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا
سوا رب بنالیا۔	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ: ۳۱)

رب بنانے کی تشریح جیسا کہ احادیث میں وارد ہے حلت و حرمت کا اختیار دینا ہے[15]۔

ایک کافر اپنے مال و اسباب کو اپنی قوتِ بازو کی کمائی سمجھتا ہے اس لئے اس پر کسی اور کا حق نہیں مانتا اور نہ ہی اسے دوسروں پر خرچ کرنے کی کوئی وجہ اس کی سمجھ میں آتی ہے۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے	وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ
تمہیں جو رزق عطا کیا ہے اس میں سے	قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
کچھ خرچ کرو تو کفر کرنے والے ایمان لانے	اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ
والوں سے کہتے ہیں کیا ہم انھیں کھلائیں	اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝
جنہیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلاتا؟ تم تو کھلی گمراہی میں ہو۔	سورہ یٰسین: ۴۷

خدا و آخرت پر یقین نہ ہونے اور اپنی کمائی کو اپنی ذاتی تگ و دو کا نتیجہ سمجھنے کی وجہ سے کفار کے رویہ میں ایثار و قربانی کی جستجو لاحاصل ہے چنانچہ ان سے خدا کی راہ میں خرچ کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس سلسلے میں وہ نہ صرف یہ کہ خود بخیل ہیں بلکہ اس "دانائی" کا مشورہ وہ دوسروں کو بھی دیتے ہیں:

جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کرنے	اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ
پر اکساتے ہیں اور اگر کوئی روگردانی کرتا	بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ
ہے تو (کرے) اللہ بے نیاز اور ستودہ	الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝
صفات ہے۔	(الحدید: ۲۴)

انفاق سے گریز اور اطعام طعام سے پہلو تہی پر قرآن نے بہت سی جگہوں پر کفار کی سرزنش کی ہے مثلاً فرمایا :

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا	مگر اس نے (دین کی) دشوار گذار گھاٹی سے
الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ	ہو کر گذرنے کی ہمت نہیں کی تمہیں کیا معلوم
يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝	کہ وہ گھاٹی کیا ہے کسی گردن کو (غلامی سے)
اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝	چھڑانا یا فاقہ کے دن کھانا کھلانا کسی قریبی یتیم
(البلد : ۱۱ — ۱۶)	کو یا کسی خاک نشین مسکین کو۔

سورۃ الفجر میں ارشاد ہے :

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا	ہرگز نہیں، بلکہ تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں
تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝	کرتے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے
(الفجر : ۱۷، ۱۸)	کو ابھارتے ہو۔

بخل کے باعث انسانی سرشت میں جو مذموم صفات پنپتی اور پروان چڑھتی ہیں ان میں لالچ، گھمنڈ، سرکشی اور ناشکری شامل ہیں جیسا کہ ارشاد ہے :

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ	وہ خیر سے روکنے والا، ظلم و زیادتی میں
ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ	حد سے گذر جانے والا، سخت گنہگار و
بَنِيْنَ ۝	جفا کار ہے اور ان سب عیوب کے ساتھ
(القلم : ۱۲—۱۴)	بداصل ہے، اس بنا پر کہ وہ بہت مال و
	اولاد رکھتا ہے۔

ایک دوسری جگہ ان کے رویہ پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے :

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً	اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے
ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ	کے بعد اسے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس
كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ	ہو جاتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے اور
بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ	اگر مصیبت کے بعد جو اس پر آئی ہو ہم اسے

السَّيِّاٰتُ عَنِّیْ ؕ اِنَّہٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ (ھود: ۹ - ۱۰) نعمتوں سے نوازتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ میرے سارے دلدر دور ہوگئے اور وہ اترانے اور اکڑنے لگتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ تحدیث نعمت کے بجائے کتمان نعمت کا مرتکب ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ (النساء: ۳۷) یہ وہ لوگ ہیں جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کیلئے کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جس فضل سے نوازا ہے اسے چھپاتے ہیں ایسے کافروں کیلئے ہم نے رسواکن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

خاتمہ کلام

اوپر قرآن مجید کی روشنی میں "صرف" سے متعلق دو مختلف رویوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ایک خیر کا راستہ ہے اور دوسرا شر کا۔ ایک میں انسان کی فلاح مضمر ہے اور دوسرے میں ہلاکت۔

اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا ۝ (الدھر: ۳) ہم نے اسے راہ دکھلا دی ہے اب یا تو وہ شکر گزار بن کر رہے یا کفر کرنے والا۔

اب یہ خود انسان پر منحصر ہے کہ وہ کون سا راستہ اپناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ رویہ بنانے کی توفیق عطا کرے جو ہمارے معاش و معاد دونوں کے لئے بہتر ہو۔ آمین

حواشی و تعلیقات

۱۔ البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل: صحیح البخاری بحاشیۃ السندی، بیروت، دار المعرفہ (بدون تاریخ) جلد ۱ ص ۲۰

۲۔ الغزالی، ابو حامد محمد بن احمد: المستصفیٰ فی اصول الدین، بولاق، المطبعۃ الامیریۃ ۱۳۲۲ھ جلد ۱ ص ۲۸

الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ: الموافقات فی اصول الشریعۃ، قاہرہ، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ بدون تاریخ جلد ۲ ص ۱۲۷ - ۱۲۹، ۱۹۶ - ۲۰۲، ۲۳۱ - ۲۳۳۔

۳ے القشیری، مسلم بن الحجاج: صحیح مسلم، کتاب النکاح، دہلی، کتب خانہ رشیدیہ ۱۳۷۶ھ جلد ۱ ص ۴۴۹

۴ے عملِ صَرف سے مادی استفادہ کے ساتھ آخرت کی فلاح سے متعلق بحث کے لئے ملاحظہ ہو:

"KAHF, MONZER, A CONTRIBUTION TO THE THEORY OF CONSUMER BEHAVIOUR IN AN ISLAMIC ECONOMY" IN STUDIES IN ISLAMIC ECONOMICS ED. AHMAD, KHURSHID, JEDDAH. ICRIE 1980, PP 22_24.

پروفیسر محمد انس زرقار نے اپنے ایک مضمون میں مومن کے رویۂ صَرف اور ثوابِ آخرت کے تعلق کو خطوط کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو

زرقار، محمد انس: "صیاغۃ اسلامیۃ لجوانب من دالۃ المصلحۃ الاجتماعیۃ ونظریۃ سلوک المستھلک" فی مجموعۃ "الاقتصاد الاسلامی" بحوث مختارۃ من المؤتمر العالمی الاول للاقتصاد الاسلامی، جدہ المرکز العالمی لابحاث الاقتصاد الاسلامی ۱۹۸۰ ص ۱۶۶ - ۱۸۰

حلال کے استعمال اور تعیشات کے پرہیز سے اسلامی معیشت میں طلب و رسد پر کیا اثر پڑے گا اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

SIDDIQI, M.N: ECONOMIC ENTERPRISE IN ISLAM. DELHI, MARKAZI MAKTABA ISLAMI, 1972 PP. 88 – 99

۶ے البخاری، صحیح البخاری جلد ۴ ص ۳۱

۷ے الشرباصی، احمد: المعجم الاقتصادی الاسلامی (مقام اشاعت غیر مذکور)، دار الجیل، بدون تاریخ ص ۲۰-۲۱، ۶۹

۸ے ایضاً ص ۲۳۵

۹ے الاصفہانی، الراغب: المفردات فی غریب القرآن بیروت دار المعرفۃ (بدون تاریخ) ص ۲۳۵

HEILBRONER, R.L. AND THUROW: THE ECONOMIC PROBLEM, 4th EDITION. NEW JERSEY, PRENTICE-HALL 1975 P.34

۱۰ے اس سلسلہ کی چند تحقیقات درج ذیل ہیں:

AHMED, AUSAF: INCOME DISTRIBUTION IN AN ISLAMIC ECONOMY

JEDDAH. SCIENTIFIC PUBLISHING CENTRE, KING ABDUL AZIZ UNIVERSITY (KAU), 1987.

o IQBAL, MUNAWAR: "ZAKAH, MODERATION AND AGGREGATE CONSUMPTION IN AN ISLAMIC ECONOMY" IN JOURNAL OF RESEARCH IN ISLAMIC ECONOMICS JEDDAH. KAU. Vol. 3, No. 1 1985 PP. 45-60

o KHAN, M.F. "MACRO CONSUMPTION FUNCTION IN AN ISLAMIC FRAMEWORK" IN JOURNAL OF RESEARCH IN ISLAMIC ECONOMICS" JEDDAH K.A.U. Vol. 1, No. 2, 1984 PP. 1-24

o درویش، احمد فواد و زین محمود صدیق۔ اثر الزکاۃ علی دالۃ الاستھلاک الکلی فی اقتصاد اسلامی مجلۃ ابحاث الاقتصاد الاسلامی جدۃ: المرکز العالمی لابحاث الاقتصاد الاسلامی ص ۵۲-۵۹۔

METAWALLY, M.M. MACROECONOMICS MODELS OF ISLAMIC DOCTRINES, LONDON. J.K. PUBLISHERS 1981.

۱۱ النسائی، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب۔ سنن النسائی، جیسور۔ زکریا کتب خانہ کتاب الزینۃ جلد دوم ص ۲۹۵۔

۱۲ تفصیل کے لئے سورۃ سبا اور اس کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

۱۳ تفصیل کے لئے سورۃ القلم اور اس کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

۱۴ کسی اگلے مضمون میں ان اقتصادی امور سے متعلق قرآنی نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش کی جائیگی انشاءاللہ

۱۵ الترمذی محمد بن عیسیٰ۔ سنن الترمذی ابواب التفسیر، دہلی کتب خانہ رشیدیہ (بدون تاریخ) جلد ۲ ص ۱۳۶